تصویرِ درد

از

جناب ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال صاحب

ایم اے پی ایچ ڈی، بیرسٹر ایٹ لا

باہتمام احقر العباد محمد حسن

در انوار المطابع واقع لکھنو طبع گردید

تصویرِ درد

یہ اسم بامسمی نظم جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لا لاہور نے انجمن حمایت اسلام کے اُنیسوین سالانہ جلسہ مین پڑھی تھی۔ نظم واقعی قومی درد کی تصویر ہے۔ جو قومی مصور نے اپنے تخیل کے خداداد برش سے موبمو کھینچ دکھائی اور باریک بین نظروں نے داد دی

بندِ اوّل

نہین منت کشِ تابِ شنیدن داستان میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زبان میری

ہوئی ہے سُرمۂ آواز گو لذت خموشی کی
نگہ بن بن کے آنکھوں سے نکلتی ہی فغاں میری
یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں؟
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
مری حیرت روانی سوز ہے اس درجہ اَے ساقی!
کہ مینا بن گئی آخر شرابِ ارغواں میری
شکارِ خوفِ رُسوائی ہے میری نو گرفتاری
کسی صورت ہو یارب اِ ساری دُنیا راز داں میری
اُٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گُل نے
چمن مین ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
اُڑا ائی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والون نے مِلکر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

ٹپک اے شمع! آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہون۔ حسرت بھری ہر داستاں میری

الٰہی! پھر مزا کیا ہے؟ یہان دنیا مین رہنے کا
حیاتِ جاوداں میری۔ نہ مرگ ناگہاں میری

مرا رونا نہین۔ رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں مین خزاں ہر گل کی ہر گویا خزاں میری

دریں حسرت سرا عمریست افسونِ جرس دارم
زفیضِ دل طپیدنہا خروشِ بے نفس دارم

بندِ دوم

ریاضِ دہر مین نا آشنائے بزمِ عشرت ہوں
خوشی روتی ہے جسکو مین وہ محرومِ مسرت ہوں

مری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہو گویائی
میں حرفِ زیرِ لب شرمندۂ گوشِ سماعت ہوں
شکایت آسماں کی میرے لب پر آ نہیں سکتی
کہ میں قسمت کا مارا آپ ہی اپنی مصیبت ہوں
مری ہستی نے آلودہ کیا دامانِ عصیاں کو
وہ عاصی ہوں کہ میں اپنے گناہوں کی ندامت ہوں
پریشاں ہوں میں مشت خاک لیکن کچھ نہیں کھلتا
سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گردِ کدورت ہوں
یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قدرت کا
سراپا نور ہو جس کی حقیقت۔ میں وہ ظلمت ہوں
خزینہ ہوں چھپایا مجھ کو مشتِ خاکِ صحرا نے
کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں

مرے طوفِ جبیں کو اُڑ کے خاکِ آستاں آئی
مین وہ درماندۂ دامانِ صحرائے عبادت ہوں

سیہ کاری مری زاہد سے کہتی ہے یہ محشر میں
سبھی کچھ ہوں مگر ہم رنگِ محرابِ عبادت ہوں

نظر میری نہین ممنونِ سیرِ عرصۂ ہستی
مین وہ چھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں

مری ہستی نہیں وحدت میں کثرت کا تماشا ہے
کہ خود عاشق ہوں خود معشوق ہوں خود درد فرقت ہوں

نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
مین اس میخانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں

وضو کے واسطے آتا ہے کعبہ لے کے زمزم کو
الٰہی! کون سی وادی میں میں محوِ عبادت ہوں؟

نہ چھپ! او کاٹنے والے نجھے میرے نیستاں سے
سراپا صورتِ نے تیری فرقت کی شکایت ہوں
نجف میرا مدینہ ہی مدینہ ہے مرا کعبہ
میں بندہ اور کا ہوں اُمتِ شاہِ ولایت ہوں
جو سمجھوں اور کچھ خاکِ عرب میں سونے والے کو
مجھے معذور رکھ! میں مستِ صہبائے محبت ہوں
یہی صہبا ہی جو رفعت بنا دیتی ہی پستی کو
اِسی صہبا میں آنکھیں دیکھتی ہیں رازِ ہستی کو

بند سوم

شراب عشق میں کیا جانے کیا تاثیر ہوتی ہے!
کہ مشتِ خاک جس سے رو کشِ اکسیر ہوتی ہے

یہ وہ مے ہے تکلّم بن کے رہتی ہے زبانوں پر
نگاہوں میں مثالِ سرمۂ تسخیر ہوتی ہے

زباں میری ہے لیکن کہنے والا اور ہے کوئی
مری تقدیر گویا اور کی تقریر ہوتی ہے

بس اے ذوقِ خموشی رخصتِ فریاد دے مجھکو
کہ چُپ بیٹھوں تو گویائی گریباں گیر ہوتی ہے

اثر ایسا کیا ہے دل پہ تاراجِ گلستاں نے
مجھے پروازِ رنگِ گل صدائے تیر ہوتی ہے

سُنا ہے میں نے جو کچھ اہلِ محفل کو سُناتا ہوں
خموشی بے محل شلِ دمِ شمشیر ہوتی ہے

نفس کا آئینہ باندھا ہوا ہے میں نے آہوں میں
مری ہر بات میرے درد کی تصویر ہوتی ہے

خود اپنے آنسوؤں میں رونے والا چھپ کے بیٹھا ہو
صدائے نالۂ دل کی یہی تاثیر ہوتی ہے

تمیزِ بادمن ہوتی نہیں حرفِ محبّت میں
مثالِ خامشی گویا مری تقریر ہوتی ہے

سُنے ہیں اہلِ محفل نے فسانے حال و ماضی کے
مرے نالوں میں استقبال کی تفسیر ہوتی ہے

بُرا ہوں یا بھلا ہوں میرا کہنا سب کو بھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

بند چہارم

عطا ایسا بیاں مجھ کو ہوا رنگیں بیانوں میں
کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہمزبانوں میں

اثر یہ بھی ہے اِک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں
رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں
دیا رونا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا
لکھا کلکِ ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں
ہوائے امتیازِ ملّت و آئیں کی موجوں نے
غضب کا تفرقہ ڈالا ترے خرمن کے دانوں میں
نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گلچیں!
تری قسمت سے جھگڑے ہو رہے ہیں باغبانوں میں
جہان خوں ہو رہا ہے کارزارِ زندگانی سے
مئے غفلت کے ساغر چل رہے ہیں نوجوانوں میں

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے، غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں
سُن اے غافل صدا میری۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
ذرا دیکھ! اس کو جو کچھ ہو رہا ہے۔ ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں؟
یہ خاموشی کہاں تک؟ لذتِ فریاد پیدا کر!
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
تغیر اس طرح کا محفلِ ہستی میں آیا ہے
کہ ہے چپ بیٹھ رہنا بھی تباہی کے نشانوں میں

مزا دیتا نہیں کچھ صورت گل صد زباں ہونا
زباں جب ایک بھی گویا نہو اتنی زبانوں میں
نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے اے ہندوستاں والو!
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
ہوا بیکار کی آخر اجاڑے گی گلستاں کو
خدا رکھے یہ ہے اپنے پُرانے مہربانوں میں
قیامت ہے کہ ہر ذرّہ سے پیدا سو مصیبت ہے
زمیں بھی اپنی شاید جا ملی ہے آسمانوں میں
اُڑا لے جائے گی موجِ ہوائے نیستی اُن کو
نہ ہو جب راہ پیمائی کی طاقت ناتوانوں میں

رُلایا خوں مری آنکھوں کو تیرے خوابِ غفلت نے
مری تقدیر میں لکھا تھا رونا کلکِ قدرت نے

بند پنجم

ہویدا آج اپنے زخم پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا
دکھا دوں گا میں اے ہندوستاں رنگِ وفا سبکو
کہ اپنی زندگانی تجھ پہ قرباں کر کے چھوڑوں گا
جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوزِ پنہاں سے
تری ظلمت میں میں روشن چراغاں کر کے چھوڑوں گا
نہیں بے وجہ وحشت میں اُڑانا خاک زنداں کا
کہ میں اس خاک سے پیدا بیاباں کر کے چھوڑوں گا
شریکِ محنتِ زنداں ہوں گو یوسف صفت خود بھی
مگر تعبیرِ خوابِ اہلِ زنداں کر کے چھوڑوں گا

مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ درد آشنا پیدا
چمن میں مشتِ خاک اپنی پریشاں کر کے چھوڑوں گا

ابھی مجھ دل جلے کو ہمصفیرو! اور رونے دو!!
کہ میں سارے چمن کو شبنمستاں کر کے چھوڑوں گا

تعصب نے مری خاکِ وطن میں گھر بنایا ہے
وہ طوفاں ہوں کہ میں اس گھر کو ویراں کر کے چھوڑوں گا

پرونا ایک ہی تسبیح میں اِن بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اِس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

مجھے اے ہمنشیں! رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا

اگر آپس میں لڑنا آج کل کی ہے مسلمانی!
مسلمانوں کو آخر نا مسلماں کر کے چھوڑوں گا

اُٹھا دون گا نقاب عارض محبوب یکرنگی
تجھے اِس خانہ جنگی پر پشیماں کرکے چھوڑوں گا
دکھا دوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کرکے چھوڑوں گا

جو تیرا درد تھا تاکا ہے اُسنے میرے پہلو کو
تری اُفتاد نے توڑا ہے میرے دست و بازو کو

بند ششم

کیا رفعت کی لذت سے نہ دل کو آشنا تو نے
گذاری عمر پستی میں مثالِ نقشِ پا تو نے
اُڑا کر لے گئی لذت تجھے آوارہ رہنے کی
چمن مین کچھ نہ دیکھا صورتِ بادِ صبا تو نے

تری تعمیر میں مُضمر ہوئی افتادگی کیونکر
لگائی ہے مگر اِس گھر کو خشتِ نقش پا تو نے

تلاشِ نکہۂ انگر سے پیدا ہے جنوں تیرا
جو بھینی صورتِ تصویر کاغذ کی قبا تو نے

سبق لیتا رہا افتادگی کا نا کِ ساحل سے
نہ سیکھا موج دریا سے علاجِ خوابِ پا تو نے

رہا دلبستۂ محفل۔ مگر اپنی نگاہوں کو
کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تو نے

فدا کرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اِس آئینے میں اپنی ادا تو نے

تعصب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے

سراپا نالۂ بیداد سوزِ زندگی ہو جا !
سپند آسا گرہ میں باندھ رکھی ہے صدا تو نے
صفائی دل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلق سے
کفِ آئینہ پر باندھی ہے او ناداں! حنا تو نے
زمیں کیا؟ آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے
نہیں ہے دہریت کیا؟ بندۂ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریہ تو نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے
کنوئیں میں تو نے یوسفؑ کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل! جو مطلق تھا۔ مقیّد کر دیا تو نے

وہ حُسنِ عالم آرا ترے دل میں جلوہ گستر تھا
غضب ہے آسمانوں میں دیا اُس کا پتا تو نے
نہیں ممکن شناسائی ہو تجھ کو رمزِ وحدت سے
صدائے غیر سمجھا جب سُنی اپنی صدا تو نے
ہوَس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تری صورت ہے اِک افسانہ خوانی کی

بند ہفتم

نظر اِس دور میں مجھ کو ترا جینا نہیں آتا!
کہ صہبائے محبّت کا تجھے پینا نہیں آتا!
پکڑ کر عجز کا دامن پہونچ عرشِ معُلّےٰ پر
نگاہوں کو نظر اُس بام کا زینا نہیں آتا

عدو صبحِ صفائی دل کی ہے ظلمت تعصب کی
مقابل چشم نابینا کے آئینہ نہیں ہوتا
نہیں بے نور ہر محشر میں تو کیا خاک دیکھے گا!
کہ تجھ کو دیکھنا اے دیدۂ بینا نہیں آتا
یہ بہتر تھا کہ تو اے شیشۂ دل! چور ہو جاتا
صفا رہنا تجھے مانندِ آئینہ نہیں آتا
اکارت ہے بناوٹ سے ترا روتا نمازوں میں
کہ ہاتھ اس طرح وہ پوشیدہ گنجینہ نہیں آتا
بنا آنکھوں کو جامِ اشک، دل کو درد کی مینا
مزا جینے کا کچھ بے ساغر و مینا نہیں آتا
بجھا دینا ہی اچھا ہے چراغِ زندگانی کا
محبت میں جو مر مر کے تجھے جینا نہیں آتا

بنا اِس راہ میں ذوقِ طلب کو ہم سفر اپنا
اکیلے لطفِ سیرِ وادیِ سینا نہیں آتا
تلاشِ خضر کب تک تشنۂ زہرِ محبت ہو
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا
نمی گویم قیامت جوش زن یا شورِ طوفاں شو
ز طوفاں دست بردار آنچہ نتوانی شدن آں شو

بند ہشتم

دِکھا دہ حُسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پُرنم کو
جو تڑپاتا ہے پروانے کو رُلواتا ہے شبنم کو
تبسم سے غرض ہے پردہ داری چشمِ گریاں کی
چھپا کر بیٹھ صبحِ عید میں شامِ محرم کو

ترا نظّارہ ہی اے بُوالہوس! مقصد نہیں اس کا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

اگر دیکھا بھی اُس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جَم کو

شجر ہے فرقہ آرائی تعصّب ہے ثمر اُس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنّت سے نکلواتا ہے آدم کو

جمالِ یوسفِ یثرب کو دیکھ! آئینۂ دل میں
نہ ڈھونڈھ اے دیدۂ حیراں نمودِ ابنِ مریم کو

نہ اُٹّھا جذبۂ خورشید سے اک برگِ گل تک بھی
یہ رفعت کی تمنّا ہے کہ لے اُڑتی ہے شبنم کو

پھرا کرتے نہیں مجروحِ اُلفت فکرِ درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

شفا دیکھی ہی بیماری میں کیا اِن دردمندوں نے
کہ بے حاصل سمجھتے ہیں تلاشِ ابنِ مریم کو
خُدا جانے یہ بندے کونسی آتش میں جلتے ہیں
کہ خاکستر کی اک مُٹھی سمجھتے ہیں جہنّم کو

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہی
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہی

بندنہم

دَوا ہر دُکھ کی ہے مجروحِ تیغِ آرزو رہنا
علاجِ زخم ہے آزادِ احسانِ رَفُو رہنا
شرابِ بیخودی سے تا فلک پرواز ہے میری
شکستِ رنگ سے سیکھا ہی میں نے بنکے بُو رہنا

تھمے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں
عبادت چشم ساغر کی ہے ہر دم با وضو رہنا

بنائیں کیا سمجھ کر شاخ گُل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ! کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبّت میں
غلامی ہے اسیر امتیازِ ما و تو رہنا

یہ استغنا ہے پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو
تجھے بھی چاہیئے مثلِ حبابِ آبجو رہنا

نہ رہ اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہی تیری
اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خُو! رہنا

شرابِ روح پرور ہے محبت نوعِ انساں کی
سکھایا اس نے مجھ کو مستِ بے جام و سبو رہنا

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

بندِ دہم

بیابانِ محبّت دشتِ غربت بھی وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی آشیانہ بھی چمن بھی ہے
محبّت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی راہزن بھی ہے
مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاجِ گردشِ چرخِ کہن بھی ہے
جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے

وہی اِک حُسن ہے لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں
یہ شیریں بھی ہے گویا بے ستوں بھی کوہکن بھی ہے

اُجاڑا ہے تمیزِ ملت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے

سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے مُنھ میں اور تابِ سخن بھی ہے

نمی گردید کوتاہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم

اقبال

ہمارے مطبوعات

شکوہ	۲/	جواب شکوہ	۴/	فریادِ امت	۴/
بلال	۱/	تصویر درد	۴/	تذکرۂ نند	۴/
شعر العجم حصہ اول	عہ/	اردوئے معلی غالب	عہ/	پیاری باتیں	۳/
″ حصہ دوم	عہ/	شرح دیوان غالب طباطبائی	عہ/	فغانِ محسن	۳/
″ حصہ سوم	عہ/	بوئے گل	۴/	سہ نثر ظہوری	۴/
″ حصہ چہارم	عہ/	برگ گل	۴/	قصیدہ بانت سعاد	۱/
″ حصہ پنجم	عہ/	دستۂ گل	۴/	انتخاب دیوان علی	۵/
موازنہ انیس و دبیر	ہے/	یادگار غالب	ہے/	غزلیات نظیری	۱۲/
علم الکلام	عہ/	مقدمہ شعر و شاعری قسم اول	عہ/	قصائد قاآنی	۷/
مقالات شبلی	عہ/	″ قسم دوم	عہ/	قصائد عرفی	۳/
سرمایۂ زبان اردو	عہ/	دیوان حالی	عہ/		
آفتاب داغ	عہ/	اردو شاعری	۸/		

اِن کے علاوہ اگر اور دیگر مشہور مصنفین کی تصانیف ملاحظہ فرمانے کا شوق ہو تو ہماری مکمل فہرست مفت طلب فرمائیے،

المشتہر:- محمد حسن مالک انوار المطابع و تاجر کتب پل فرنگی محل لکھنؤ